كراهة الدعاء بين الفرض والسنة
وترديد متسمى العصام بالاقوال والسنة

من تصانیف مفتیٔ اعظم سرحد مفتی شائستہ گل القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا النبی الامی افضل خلق اللہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ البررۃ الکرام ھداۃ الحق منتخبۃ اللہ۔

اما بعد!

پس کہتا ہے مولوی الحاج شائستہ گل، ساکن لنڈی شاہ، متہ، ضلع مردان، سرحد، مغربی پاکستان کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۹ء میں مولوی غنی محمد صاحب، ساکن زاخیل پایان، ضلع پشاور نے کاتب الحروف سے بیان کیا کہ میں مغرب کی نماز میں ایک امام صاحب کا مقتدی ہوا۔ جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوا تو دونوں ہاتھ اٹھا کر اللھم انت السلام، الخ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ یہ کام ہمیشہ کرتے ہیں یا کبھی کبھی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں۔ میں نے کہا یہ کام مذہب حنفی کے خلاف ہے، اس پر بحث مقرر ہوئی۔ امام صاحب نے قاضی عبدالسلام صاحب، نوشہرہ صدر کو بلایا اور میں نے مولوی سید فضل معبود شاہ صاحب کو بُلایا۔ سب جمع ہو کر بات چیت ہوئی۔

مولوی سید فضل معبود شاہ صاحب نے فرمایا کہ فرض اور سنت کے درمیان میں ذکر قصیر ہے، فصل قلیل ہے مگر دعا نہیں ہے۔

اور قاضی عبدالسلام صاحب نے فرمایا کہ فصل قصیر اور دعا دونوں ہیں۔ اسی پر طرفین رخصت ہوئے۔ اسی وجہ سے دونوں فریق برضا ورغبت شرعی فیصلہ کے لئے تاریخ مقرر کرکے

مولوی غنی محمد صاحب میرے پاس آئے، آتے وقت قاضی صاحب کو چیلنج دیا۔ جب ہم وہاں جانے کے لئے صدر نوشہرہ پہنچے تو دوبارہ بھی قاضی صاحب مذکور کو چیلنج دیا۔ مگر امام صاحب مذکور اور قاضی صاحب موصوف شرعی فیصلہ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ للہذا حکم شرعی ظاہر کرنے کے لئے میں نے وہ پہلی تحریر جو مولوی غنی محمد صاحب نے بنام "توضیح المرام فی کراھۃ الدعاء بعد السلام" شائع کیا ہے لکھی تو ان دو چیلنجوں اور میری تحریر کی وجہ سے قاضی صاحب مذکور پر خاص نفسانی جذبات اور تکبر غلبہ کر کے ایک چھ ورقی تحریر میں ابتداء سے انتہاء تک خرافات اور دروغ خلاف مذہب حنفی سے کام لیا جیسے:

۱۔ وساوس حزب الشیطان، اھ، ص ۲

۲۔ قواعد عربیہ سے کچھ عجیب قسم کا تغافل، اھ، ص ۳

۳۔ وجہ پنجم میں عجیب خلط سے کام لیا ہے، ص ۵

۴۔ اندھادھند حوالہ دے دیا ہے۔

۵۔ ایسی تحریفات سے علمائے یہود بدنام تھے، ص ۶

۶۔ مولانائے مذکور کی تحریفانہ چال، ص ۶

۷۔ وجہ ششم نمبر ۲ میں بدامنی اور تحریف سے کام لیا جو خواص یہود میں سے تھا، ص ۸

۸۔ اگر یہ تحریف نہیں تو تحریف ہے کیا؟ آفرین باد صد آفریں، این کارز تو آید و مرداں چنیں کنند، ص ۸

۹۔ جناب مولانا صاحب نے تحریف نامراد سے کام لے کر ص ۹ پر مشت نمونۂ خروار قاضی صاحب نے گالیاں اور دروغ بکا ہے۔

رجب المرجب ۱۳۷۹ھ میں میری نظر سے ایک ایسی غلط چھ ورقی تحریر گزری جس میں قاضی عبدالسلام صاحب نے مذہب حنفی سے خلاف کرکے ناکام کوشش کی تھی۔ دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس چھ ورقی تحریر میں مذہب حنفی کے خلاد ایسے بیہودہ دروغ و تحریف تحریر کیا ہے جس کے جواب لکھنے کی ضرورت ہی نہیں، مگر جواب نہ لکھنے سے قاضی صاحب مذکور وغیرہ مذہب حنفی کو نظر انداز کرکے غلط فائدہ حاصل کرنے پر شاداں ہو جائیں گے۔ تو غیرت اسلامیہ کی وجہ سے جواب لکھنے پر مجبور ہو کر اس تحریر کو دو فصلوں پر مرتب کرکے مسمّٰی کیا کراهة الدعاء بين الفرض والسنة وترديدمتسمى العصام بالاقوال والسنة۔

فصل اول میں یہ ثابت کرنا ہے کہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا ممنوع ومکروہ ہے۔ البتہ ذکر قصیر پڑھنا جیسا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله یا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَام الخ جائز ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَام ذکر ہے، لہٰذا ہاتھ اٹھانا ممنوع ہے بوجوہ کثیرہ۔

وجہ اول یہ ہے کہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان میں دعا بمعنی سوال کرنا نزد حنفیہ مکروہ ہے نہ ذکر قصیر۔

والمختار عند الحنفية ان يشتغل بعد المكتوبة بالسنة ويكره ان يشتغل بالدعاء والتسبيح قبل اداء السنة والمختار عند الاكثرين غير الحنفية ان يشتغل بعد اداء المكتوبة بالذكر الماثور (التسبيح والتمحيد والتكبير والتهليل مائة مرة كما ياتى من الشامى والمراقى) ثم ينتفل كذافى فتح البارى والقسطلانى۔[1]

یہاں صریح دو قول مذکور ہیں:

اول قول یہ کہ فرض اور سنتِ بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا نزد حنفیہ مکروہ ہے۔

---

[1] (العقائدالسنية، ص ۳۷، عينى شرح بخارى، ج ۳، باب التسليم، ص ۱۸۹)

دوم یہ کہ یہی دعا نزد امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالٰی مکروہ نہیں۔

وجہ دوم اس کی کہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان میں دعا بمعنی سوال کرنا مکروہ ہے نزد حنفیہ نہ ذکر قصیر۔

قال فی الفتح و استنبط من مجموع الادلۃ ان للامام احوالا لان الصلوٰۃ اما ان تکون مما یتنفل بعدھا اولا فان کان الاول فاختلف ھل یتشاغل قبل التنفل بالذکر الماثور (مر تفسیرہ) ثم یتنفل و بذلک الاکثرون (غیر الحنفیۃ) لحدیث معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعند الحنفیۃ یکرہ المکث قاعدا یشتغل بالدعاء و الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قبل ان یصلی السنۃ، اھ۔[2]

یہاں صریح دو قول مذکور ہیں:

۱۔ اول قول مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالٰی کا ہے کہ فرض و سنتِ بعدیہ کے درمیان دعاء بمعنی سوال مکروہ نہیں ہے۔

۲۔ دوم قول حنفیہ کے یہ دعا مکروہ ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ فرض و سنتِ بعدیہ کے درمیان میں دعا بمعنی سوال کرنا نزد حنفیہ مکروہ ہے۔

و یغتنم الدعاء بعد المکتوبۃ و قبل السنۃ علی ما روی عن البقالی (اور یہ قول مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالٰی کا ہے) کما مر م اند قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنۃ و (یغتنم الدعاء) بعد السنن و الاوراد علی ما روی عن غیرہ (یہ مذہب حنفیہ ہے) کما مر من اربعۃ کتب۔ (پھر ترجیح قول حنفیہ کو بدین قول خود پر کیا) و ھو المشھود المعمول بہ فی زماننا کما لا یخفی فانہ مستجاب، اھ۔[3]

---

[2] (قسطلانی، ج ا ، باب یستقبلہ الناس اذا مسلم، ص ۱۳۶)

[3] (شرعۃ الاسلام وشرحھا، ص ۱۲۸)

اول قول امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے اور دوم قول حنفیہ ہے تو ظاہر ہو گیا کہ یہ عبارت شرعۃ الاسلام پہلی کتابوں کے ساتھ موافق ہے۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ نزد حنفیہ فرض و سنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا مکروہ ہے۔

وفی الاختیار کل صلوٰۃ بعدھا سنۃ یکرہ القعود بعدھا بل یشتغل بالسنۃ کیلا یفصل بین السنۃ والفریضۃ وعن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یقعد مقدار مایقول اللھُمَّ انت السلام، الخ کما تقدم فلا یزید علیہ او علی قدرہ، اھ۔[4]

یہاں صریح صرف حنفیہ کا قول کراہت مذکور ہے۔

وجہ پنجم یہ کہ فرض اور سنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا نزد حنفیہ مکروہ ہے۔

وان کان بعد الصلوٰۃ سنن یقوم الیھا وبہ نقول ویکرہ تاخیرھا عن اداء الفریضۃ وعن الحلوانی من الحنفیۃ جواز الاوراد بعد الفریضۃ والنص ان التاخیر مکروہ ویدعو بعد الفجر والعصر لانہ لا صلوٰۃ بعدھما فیجعل الدعاء بدل الصلوٰۃ، اھ۔[5]

یہاں صریح قول حنفیہ کراہت کو ذکر کیا ہے۔

وجہ ششم یہ کہ فرض اور سنتِ بعدیہ کے درمیان دعاء بمعنی سوال کرنا نزد حنفیہ مکروہ ہے۔

اذا سلم الامام من الظھر وللمغرب والعشاء کرہ لہ المکث قاعدا لکنہ یقوم الی التطوع، الخ۔[6]

یہاں صریح صرف قول حنفیہ کراہت کو ذکر کیا ہے۔

وجہ ہفتم یہ ہے کہ نزد حنفیہ فرض و سنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا مکروہ ہے۔

---

4 (المراقی اذکار، ص ۱۸۷)

5 (عینی شرح بخاری، ج۳، باب التسلیم، ص ۱۸۹)

6 (خلاصہ، ج ۱، ص ۱۲۵، ثم فتح القدیر، نوافل، ج ۱، ص ۱۹۲، والتتارخانیۃ ثم عالمگیری قبیل القراءۃ، ج ۱، ص ۱۰۶)

ثم یسلم عن یمینه ویساره مع الامام کالتحریمة (الی قوله) یکره تاخیر السنة الا بقدر اللھم انت السلام، الخ قال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال (الی قول) ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرء أیة الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویھلل تمام المائة ویدعو ویختم سبحان ربک، اھ۔[7]

یہاں اول فرض کرنا، پھر انت السلام، الخ پھر سنت ادا کرنا، پھر ذکر ماثور پڑھنا، پھر دعا کرنا ہے تو ظاہر ہو گیا کہ نزد حنفیہ سنت مقدم ہے دعا بمعنی سوال پر۔

وجہ ہشتم یہ کہ نزد حنفیہ فرض و سنتِ بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا مکروہ ہے۔

والقیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون غیر انه یستحب الفصل بینھما کما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم یمکث قدر مایقول اللھم انت السلام (الی قوله) عن الحلوانی لا باس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة ویخالفه ما قال فی الاختیار کل صلوٰة بعدھا سنة یکرہ القعود بعدھا والدعاء بل یشتغل بالسنة کیلا یفصل بین السنة والمکتوبة (الی قوله) ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی جھة یساره للتطوع بعد الفرض ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقیب الفرض ان لم یکن بعده فافلة الناس ویستغفرون اللہ ثلثا ویقرؤن ایة الکرسی والمعوذات ویسبحون اللہ ثلثا وثلثون ویحمدونه کذلک ویکبرونه ثم یقولون لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شئ قدیر ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم فی اخره، اھ۔[8]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اول فرض کرنا پھر اللھم انت السلام یا دیگر ذکر مختصر پڑھنا، پھر سنت ادا کرنا، پھر ذکر ماثور پڑھنا، پھر دعا کرنا ہے جس سے یہ تعبیر کر دیا ثم یدعون لانفسھم، الخ کما

---

[7] (تنویر الابصار والدر المختار، صفة الصلوٰة، ج ۱، ص ۳۵۳)

[8] (نور الایضاح والمراقی، ص ۱۸۶ الی ص ۱۹۰)

مر اور یہاں ایک ترتیب ذکری ہے، دوم ترتیب بلفظ **ثم** ہے، جو علم نحو اور اصول فقہ میں تراخی کے لئے ہے۔

وجہ نہم: یہ کہ نزد حنفیہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا ممنوع ہے۔

واختلاف است درآنکہ مصلی بعد نماز ہاکہ بعد از وے نماز سنت است برخیزد یانشستہ بماندواجداز برخاستن درمکان فرض سنت بگذارد یاانتقال کند درمکان دیگر نزداکثر مختارآنست کہ بایستد ودرجائے دیگر سنت گذارد،اھ۔[9]

یہاں لفظ اختلاف سے وہی دو قول مذکور مراد ہیں پھر حنفیہ کا قول ذکر کیا ہے۔

وجہ دہم یہ کہ نزد حنفیہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا ممنوع ہے۔

وقال ابو حنیفة کل صلوٰة یتنفل بعدها یقوم وما لا یتنفل بعدها کالعصر والفجر فهو مخیر، اھ۔[10]

لفظ یقوم کی مراد یہ ہے کہ سنت کو دعا سے قبل ادا کرنا سنت ہے اور دعا کو مقدم کرنا مکروہ ہے۔

وجہ یازدہم یہ کہ نزد حنفیہ فرض وسنت بعدیہ کے درمیان دعا بمعنی سوال کرنا مکروہ ہے۔

عندنا السنةمقدمةعلی الدعاءالذی هو عقب الفراغ، اھ۔[11]

بحر کی صحیح مراد یہ ہے کہ نماز سے خارج دعا پر سنت مقدم ہے نہ وہ دعا جو کہ نماز کے اندر ہے، **رَبَّنَا اٰتِنَافِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، الخ۔**

---

[9] (اشعة اللمعات، باب الذکر بعد الصلوٰة، ص ۳۷۱)

[10] (عینی البخاری، ج۳، ص ۲۰۸)

[11] (بحر صفة الصلوٰة، ج ۱، ص ۳۰۴)

وجہ دوازدہم یہ کہ معتبر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ:

اللھم انت السلام، الخ لیس بدعاء بل ثناء و قوله حینا، الخ۔ لا اصل له بل مختلق بعض القصاص، اھ۔[12]

اسی وجہ سے مسلم وترمذی ومشکوٰۃ وغیرہا نے اس حدیث کو باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں نقل کیا ہے۔ لہٰذا اللھم انت السلام کے پڑھنے کے ساتھ دعا بمعنی سوال کا طرز عمل (ہاتھ اٹھانا) غلط حرکت ہے اور حدیث مذکور میں دعا بمعنی سوال نہیں ہے۔

فصل دوم میں قاضی عبد السلام صاحب کے اقوال کا اجوبہ ہیں

قاضی صاحب کا قول

لفظ اللھم کے میم کو تمام نحات نے بدل یائے ندا فرمایا ہے اور اخیر پر یائے ندائیہ خود موجود ہے جو قائم مقام ادعو واحد متکلم فعل مضارع من الدعاء ہے۔ تو حیرت ہے کہ جناب کا مطلب لفظِ دعاء سے کیا کچھ ہے، اھ۔ ص ۵۳، مردود بوجوہ:

وجہ اول یہ ہے کہ قاضی صاحب نے پانچ علوم سے چشم پوشی کی ہے، اس لئے کہ عقائد میں دعا کا معنی اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنا ہے، اھ۔[13]

اور اللھم انت السلام کا میم و یاء میں یہ دعاء مراد نہیں ہے۔

---

[12] (شرح مشکوٰۃ ثم طحطاوی، ص ۱۸٦، شرح القاری لمسند الامام الاعظم، ص ۲۰٦، اشعۃ اللمعات، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، ص ۴۴۸، فتح القدیر، نوافل، ج ۱، ص ۱۸٦)

[13] (اتحاف المرید، ص ۲۱۲)

وجہ دوم یہ ہے کہ لفظ **ادعو من الدعاء** وندائیہ کا معنی یہ ہے کہ:

دعوت بالفتح خواندن کسے را برائے دادن بعام وغیرہ، اھ۔[14]

اور یہ دعا بمعنی سوال نہیں ہے، قاضی صاحب نے غلط فرمایاہے۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ **ادعو من الدعاء** ندائیہ میں اقبال وتوجہ انشائی قلبی مراد ہے نہ دعاء بمعنی سوال یہ مفہوم ہے۔[15]

وجہ چہارم: یہ ہے کہ نداء کا **ادعو من الدعاء** بمعنی سوال نہیں ہے اس لئے کہ میزانیین نے دعا بمعنی سوال ونداء کو دو متقابل قسمیں تحریر کیاہے۔

المرکب التام ان احتمل الصدق و الکذب فھو خبر و الافان دل علی طلب الفعل دلالۃ صیغیۃ ای وضعیۃ فھو مع الاستعلاء امر کقولنا انصر، ومع الخضوع دعاء وسوال مثل اللھم اغفرلی، ومع التساوی التماس، و ان لم یدل علی طلب الفعل دلالۃ صیغیۃ فھو تنبیہ ویندرج فیہ التمنی و النداء وغیرھما، اھ۔[16]

اور قسمین ہر ایک دوم سے متغائر ہوتا ہے مگر قاضی صاحب بیچارے کو کیا خبر!

وجہ پنجم: یہ ہے کہ میمِ **اللھم** اور یائے **یا ذالجلال** جو قائم مقام **ادعو من الدعاء** ہے یہ دعا بمعنی سوال نہیں ہے، اس لئے کہ فقہائے کرام نے فرمایاہے کہ نماز کی صحت شروع خالص ذکر تعظیمی پر موقوف ہے جس میں دعا بمعنی سوال نہ ہو۔

---

14 (منتخب وصراح ثم غیاث، ص ۲۱۲)

15 (کافیہ وشرح جامی، ص ۱۳۳)

16 (میزان المنطق وبدیع المیزان، ص ۲۳ والرسالۃ الشمسیۃ والقطبیۃ، ص ۲۹، ۳۰)

ا۔ وَعِنْدَهُمَا يَصِحُّ الشُّرُوعُ فِي الصَّلَاةِ بِكُلِّ ذِكْرٍ وَهُوَ ثَنَاءٌ خَالِصٌ لِلّٰهِ تَعَالَى يُرَادُ بِهِ تَعْظِيمُهُ لَا غَيْرُ، اھ۔[17]

اور پھر فرماتے ہیں کہ اللھم پر شروع نماز صحیح ہے۔

ولو قال اللھم یصیر شارعا عند الفقھاء، اھ۔[18]

اور پھر فرماتے ہیں کہ اللھم پر صحت شروع نماز متفق علیہ ہے۔

ا۔ بیا اللہ یصح الشروع اتفاقاء۔[19]

اور پھر فرماتے ہیں کہ اللھم اور باللہ ذکر تعظیمی ہے، دعا بمعنی سوال نہیں ہے۔

وجہ ششم یہ ہے کہ اللھم کا معنی نزد بصر میں یا اللہ ہے۔ یہ قول صحیح ہے، اھ۔[20] و صح ہے۔[21]

و مدلول الآیۃ الآتیۃ اور نزد کوفیین اللھم کا معنی یا اللہ آمنا بخیر ہے اور یہ معنی مردود ہے۔

ا۔ و الاصح قول اھل البصر بدلیل قولہ تعالیٰ: وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (الأنفال ۳۲) فلو کان معناہ یا اللہ اقصدنا بخیر کما قال الکوفیون لفسد معنی الایۃ لان سوال العذاب مع قولہ اقصدنا بخیر متناقض مودود، اھ۔[22]

---

17 (مجمع الانھر، ج ۱، ص ۹۰، ولباب، ج ۱، ص ۵۰، قاضی خان، ج ۱، ص ۴۲، ھندیۃ، ج ۱، ص ۱۳، ابو المکارم، ج ۱، ص ۵۵، جامع الرموز ج ۱ ص ۲۶ برھنہ، ج ۱، ص ۲۱۵)

18 (قاضی خان، ج ۱، ص ۴۲، خلاصہ تکبیر، ج ۱، ص ۹۲، ھندیۃ، ج ۱، ص ۹۳، ابو المکارم، ص ۵۵، ج ۱، جامع الرموز، ج ۱، ص ۲۶، برجندی، ج ۱، ص ۱۰۲)

19 (خزائن ثم شامی، ج ۱، ص ۳۲۷، فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۱۷)

20 (کبیری، ص ۳۰۱)

21 (مجمع الانھر، ج ۱، ص ۹۹۰، در مختار، ج ۱، ص ۳۲۷، المحیط و الذخیرۃ، ثم الحلیۃ ثم الشامی، ج ۱، ص ۳۲۷، الشلبی، ج ۱، ص ۱۱۰)

22 (شلبی، ج ۱، ص ۱۰)

ناقلاعن شیخه ومنح الغفار۔[23]

اور اللھم کو اغفرلی کے ساتھ جمع کرنے سے شروع نماز جائز نہیں۔

ولو شرع باللھم اغفرلی لم یجز لانه مشوب بحاجته فلم یکن تعظیما خالصا، اه۔[24]

تو ظاہر ہو گیا کہ اللھم اور یاء حرف نداء کو دعاء بمعنی سوال کہنا صرف جہل مرکب یا عناد ہے۔ (العیاذ بالله)

قاضی صاحب کا قول دوم ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

وفی الحجة الامام اذا فرغ من الظھر و المغرب و العشاء یشرع فی السنة و لا یشتغل بادعیة طویله، الخ۔

یعنی وہاں صرف لمبی دعاؤں کا انکار ہے اور مولانا صاحب نے مطلق دعاء سے انکار سمجھ لیا، الخ۔

مردود ہے بوجوہ۔

وجہ اول یہ ہے کہ میری مراد حوالۂ ہندیہ سے یہ عبارت ہے:

و اذا سلم الامام من الظھر و المغرب و العشاء کره له المکث قاعدا لکنه یقوم الی التطوع، الخ۔[25]

یعنی مکروہ ہے سلام فرض کے بعد مطلق دعا واذکار طویلہ اور یہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو ہدایت عطا فرمائے۔

---

[23] (شامی، ج ا، ص ۳۲۷)

[24] (الکنز والزیلعی، ج ا، ص ۱۱۱، ھدایه وفتح القدیر، ج ا، ص ۵۱، تنویر الابصار والدر المختار، ج ا، ص ۳۲۷، محیط السرخسی ثم ھندیه، ج ا، ص ۹۳، مجمع الانھر، ج ا، ص ۵۱، الجوھره، ج ا، ص ۵۱، برجندی، ج ا، ص ۱۰۲، قاضی خان، ج ا، ص ۴۲، سراجیه، ج ا، ص ۵۲)

[25] (خلاصه، ج ا، ص ۱۲۵۔ ھندیه، ج ا، ص ۱۰۶)

وجہ دوم: یہ ہے کہ قاضی صاحب کی نقل کی ہوئی عبارت ہمارا مدعا ثابت کرتی ہے اس لئے جملہ اولیٰ: الامام اذا فرغ یشرع فی السنۃ، اہ ملخصاً۔ سے ظاہر ہے کہ مطلق دعا واذکار طویلہ پڑھنا سنت سے قبل ممنوع ہے، بلکہ سنت کو دعا سے قبل ادا کرنا سنت ہے اور برائے تخصیص بعد التعمیم فرمایاہے: ولا یشتغل بادعیۃ طویلۃ۔ اسے ضرور لمبی دعاؤں میں مشغول نہ ہو جاؤ۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ لفظ ادعیہ سے یہاں اذکار طویلہ مراد ہیں تو پہلے جملہ میں مطلق اذکار کو باذکار طویلہ مقید کیا، مگر قاضی صاحب کیا خاک جانتے ہیں۔

وجہ چہارم: یہ ہے کہ بھائیو! قاضی صاحب کی دھوکہ بازی کو ملاحظہ فرمایئے اپنی منقولہ عبارت کے جملۂ اولیٰ کا مفہوم چھوڑ کر جملۂ ثانیہ پر غلط شور وغوغا برپا کر کے لوگوں کو دھوکا دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قاضی صاحب کا قول سوم اور احناف کی معتبر کتاب شرعۃ الاسلام، ص ۱۲۸ میں ہے:

ویغتنم الدعاء بعد المکتوبۃ قبل السنۃ۔

یہ مذہب امام مالک وشافعی واحمد کا ہے۔ کما مر من الکتب الاربعۃ۔

علی ماروی عن البقالی من انہ قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنۃ و (یغتنم الدعاء بعد السنن والارادعلی ماروی عن غیرہ ای غیر البقالی۔

اور یہ مذہبِ حنفیہ ہے۔ پھر ترجیحاً مذہب حنفیہ کو ذکر کیا بقول خود۔

وھو المشھور المعمول بہ فی زماننا کما لا یخفی فانہ مستجاب، اہ۔[26]

ثم چھ ورقی، ص ۷ مردود ہے بدین وجہ کہ اسی عبارت میں دو قول بیان کئے ہیں۔ اول بقالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے جس میں دعا کو سنت سے قبل بتایا ہے، جیسا کہ مالکہ وشافعیہ وحنبلیہ سے گزرا ہے۔

---

[26] (شرعۃ الاسلام وشرحھا، ص ۱۲۸)

دوم قول غیر بقالی کا ہے جس میں دعا فرض و سنت دونوں سے بعد ہے، درمیان میں مکروہ ہے۔ اور پھر مذہب حنفی کی ترجیح بدو لفظ بیان کی ہے۔ اول لفظ مشہور ہے تو ظاہر ہو گیا کہ بقالی کا قول خبر واحد ہے جو مشہور کے مقابلہ میں متروک ہے۔ دوم لفظ **المعمول به فی زماننا** ہے جس کا مقابل **غیر معمول به او متروک** ہے۔

تو ظاہر ہو گیا کہ قاضی صاحب نے اپنی نافہمی کی وجہ سے اس عبارت سے غلط استدلال کیا ہے۔ کیونکہ عبارت اس کو مضر ہے۔ قاضی صاحب کا قول چہارم یہ ہے اتنی توضیح وتصریح کے بعد بھی مخلوق خدا کی نمازوں کو نقصان میں ڈالنے والوں کو ضروری ہے کہ موت اور روزِ حساب کا مراقبہ کریں اور حق تعالیٰ کے مؤاخذہ سے ڈریں۔ اھ، چھ ورقی، ص۸ مردود ہے بوجوہ:

وجہ اول یہ ہے کہ دعا بعد الصلوٰۃ یعنی بعد الفرض والسنت قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۷) وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ (الشرح ۸)**

وجہ استدلال یہ ہے کہ:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما و قتادة و مقاتل و الضحاک اذا فرغت من صلاتک فاجتهد فی الدعاء فانها مستجابة تنفع فی الدنیا و الاخرة کذا هو الماثور من هذه التفاسیر۔[27]

ترجمہ: جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں کوشش کرو اس لئے کہ یہ دعا مقبول ہے، دنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے۔

---

27 (مدارک، ج۳، ص ۳۹۰، خازن، ج۴، ص ۳۹۰، ابن جریر و جلالین و جمل، ج۴، ص ۵۵۶، تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما، ص ۵۱۴، معالم، ج۷، ص ۲۲۰، کبیر، ج۸، ص ۴۵۷، ابو مسعود، ج۸، ص ۴۸۵، احکام القرآن، ج۳، ص ۵۸۲، کمالین، ص ۵۰۰)

وجہ دوم یہ ہے کہ:

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال لا یوم قوما فیخص نفسہ بدعوۃ دونھم فان فعل فقد خانھم، الخ۔[28]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ امامت نہ کرے کوئی شخص ایک قوم کی کہ خاص کرے اپنے نفس کو دعا سے اور چھوڑ دے ان کو اگر ایسا کیا تو اس نے قوم سے خیانت کی ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ:

حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ، عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوَ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: اللهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَارْزُقْنِي۔[29]

حضرت ابی مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہا ایک آدمی تھا جب ایمان لے آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کو نماز کی تعلیم دی۔ پھر امر فرمایا کہ ان کلمات سے دعا بمعنی سوال کرو: اے اللہ میرے گناہ بخش اور مجھ پر رحم فرما اور رزق دے۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ قَالَ: جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ المَكْتُوبَاتِ۔[30]

---

[28] (سنن الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، ص ۴۵)

[29] (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۵، مشکوٰۃ، ص ۱۰۵)

[30] (سنن الترمذی، ج ۲، ص ۳۳۴، مشکوٰۃ، ص ۱۰۵، بخاری، ج ۵، ص ۲۲۷، شرح النقایۃ، ص ۱۰۶)

ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ دعا جو رات کے درمیان میں ہو اور وہ دعا جو کہ فرض (وسنت) نماز (دونوں) کے بعد ہو۔

اس حدیث میں دلیل جواز دعا پس فرض وسنت نماز دونوں کے اوپر ہے۔

وجہ پنجم یہ ہے کہ:

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یقول دبر صلوٰۃ الفجر اللھم انی اسئلک علما نافعا وعملا متقبلا ورزقا طیبا، رواہ احمد والبیھقی فی الدعوات الکبیر۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نماز فجر کے بعد یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ تعالیٰ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے علم نافع اور عمل مقبول اور رزق حلال دے دے۔

وجہ ششم یہ ہے:

وقد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما) ومن لم یفعل ذلک فھو خواج، اہ ای من لم یدع بعد الصلوٰۃ (الی قولہ) فما فعلہ من الصلوٰۃ ناقصۃ عند الحق سبحانہ، اہ۔[31]

تحقیق فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے (حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں) جس نے نماز کے بعد دعا نہیں کی تو وہ نماز ناقص ہے حق تعالیٰ کے نزدیک۔

---

31 (شرح شرعۃ الاسلام، ص ۱۲۸)

وجہ ہفتم یہ ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم من صلی صلوٰۃ فریضۃ فلہ دعوۃ مستجابۃ اھ۔[32]

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کہ جس نے فرض و سنت نماز دونوں کو ادا کیا پس اس کے لئے دعا مقبول ہے۔

وجہ ہشتم یہ ہے کہ قاضی صاحب کو حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سنن الہدیٰ وغیرہا سے غلطی ہوئی جو خلاف حنفیہ اور موافق مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ رحمہم اللہ تعالیٰ قول کیا ہے اور یہ غلط ہے اس وجہ سے کہ یہی احادیث وغیرہا میں (دبر الصلوٰۃ المکتوبۃ وبعد الصلوٰۃ ومن صلی صلوٰۃ فریضۃ وغیرہا ہے) تو اس کے ظاہر پر غلط ہو گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ اسی کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ بوجوہ:

وجہ اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۱۔ یَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (البقرۃ ۴۰)

۲۔ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ (البقرۃ ۴۹) وغیرھما من الآیات

یہ خطابات ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور یقینی بات یہ ہے کہ یہ انعامات ان کے اصول یعنی پڑ دادوں پر تھیں تو انعامات اصول انعامات فروع کر دیا۔

---

[32] (سنن الھدیٰ)

وجہ دوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قال الرب تعالیٰ انظر واھل العبدی من تطوع فیکمل بہ انتقص من الفریضۃ۔ رواہ ابو داؤد، اھ۔[33]

یہ حدیث شریف اس بات میں صریح ہے کہ سنت مکمل فرض اجنبی نہیں ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ صریح اقوال علماء ہیں:

۱۔ السنن مکملات للفرائض۔[34]

۲۔ السنۃ تبع للفرض، اھ۔[35]

۳۔ یعتبر نیۃ الاقامۃ والسفر من المتبوع دون التابع فیصیر التابع مقیما ومسافر بنیۃ المتبوع بالحاصل۔[36]

۴۔ واما ما روی من الاحادیث فی الاذکار عقب الصلوٰۃ فلا دلالۃ فیھا عقیب الفرض قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بھا بعد السنۃ ولا یخرج باتخلل السنۃ بینھا وبین الفریضۃ عن کونھا بعدھا وعقبھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلم تکن اجنبیۃ منھا فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ فعل بعد الفریضۃ وعقبھا، اھ۔[37]

---

33 (مشکوٰۃ، صلوٰۃ التسبیح)

34 (ھدایۃ واحیاء العلوم)

35 (فتح القدیر، نوافل، ص ۱۹۰)

36 (شامی، ج ۱، ص ۵۵۷، والخلاصہ، ج ۱، ص ۱۶۲، فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۵۵)

37 (کبیر وصفۃ الصلوٰۃ، ص ۳۸۹، شامی، ج ۱، ص ۳۵۶، فتح القدیر، ج ۱، نوافل، ص ۱۹۱، مراقی الفلاح والطحطاوی، اذکار، ص ۱۸۷)

تمام مضمون کا حاصل یہ ہے کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نا فہمی کی وجہ سے بہت عظیم الشان غلطی کرتے ہیں وہ یہ کہ اپنے حنفی مذہب کو چھوڑ کر مالکی، شافعی، حنبلی مذہب پر عامل اور معتقد ہو کر مردود الشہادۃ اور واجب التعزیر ہو گئے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

صنفہ: مولانا مفتی الحاج شائستہ گل
مہتمم دارالعلوم محمدیہ حنفیہ سنیہ، لنڈے شاہ
ڈاکخانہ کاٹلنگ، مردان

بعض علماء فرض نماز کے بعد لمبی لمبی دعا کرتے ہیں حالانکہ یہ مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے

پس کہتا ہے فقیر سید احمد علی شاہ حنفی سیفی ترمذی مسئلہ مذکورہ سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ فرض کی دو قسمیں ہیں ایک فرض تو وہ ہے کہ جس کے بعد سنن نہ ہوں اور دوسرا وہ ہے کہ جس کے بعد سنن ہوں مثلاً ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازیں۔ تو قسم اول فرض کے بعد متصل اوراد و تسبیحات اور دعا کرنا ثابت اور مسنون ہے۔ کمافی الاحادیث والفقہ۔

اور قسم ثانی فرض کے بعد دعا کرنا اسی طرح تسبیحات پڑھنا مکروہ ہے اور اس مکروہ عمل کو اکثر مساجد میں کیا جاتا ہے کہ ان فرض نمازوں کے بعد جن کے بعد سنن ہوں لمبی لمبی دعائیں کی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں (اماموں) نے اپنا مذہب اس مسئلے میں چھوڑا ہے۔

کیونکہ مذہب کی کتابوں میں ہے کہ:

والمختار عند الحنفية ان يشتغل بعد اداء المكتوبة بالسنة ويكره ان يشتغل بالدعاء والتسبيح۔[38]

احناف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھیں دعا اور تسبیحات میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔

اسی طرح طحطاوی میں بھی فرض اور سنتوں کے درمیان دعا کی کراہت کے بارے میں لکھا ہے:

وعند الحنفية يكره المكث قاعدا يشتغل بالدعاء والصلوة على النبى ﷺ قبل ان يصلى السنةاه۔[39]

احناف کے نزدیک سنتوں سے پہلے بیٹھ کر درود شریف میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔

وفى قطب الارشاد ص ۲۵۲ ويستحب فى حق المقتدى والمنفرد وصل السنة بالمكتوبة الا ان الاستحباب فى حق الامام اشد حتى يؤدى تاخيره الى الكراهة روى ان جلوس الامام فى مصلاه بعد الفراغ من الصلٰوة مستقبل القبلة بدعة۔

امام اور منفرد دونوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ فرض سے متصل سنت پڑھیں اور یہ استحباب خاص کر امام کے حق میں زیادہ اشد ہے کہ اس کے لئے تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام کو اپنے مصلیٰ (جائے نماز) پر قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے۔ (بدعت ہے) بلکہ **اللھم انت السلام الخ** پڑھ کر فورا کھڑا ہونا ہے۔

---

[38] (عقائد سنیہ بحث الدعاء ص ۲۷ نقلا عن فتح الباری و القسطلانی ج ۲، ص ۲۳۶ باب یستقبل الامام الناس اذا اسلم)

[39] (قسطلانی باب یستقبل الامام الناس اذا اسلم ۲، ص ۱۳۶ نقال عن فتح الباری بحواله اثبات الاغراض ص ۱۴۰)

ترمذی و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضور ﷺ سلام پھیرتے تو اللھم انت السلام الخ کی مقدار آرام فرماتے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ ان الفاظ سے دعا فرماتے اور یہ الفاظ دعا نہیں بلکہ ثناء ہیں:

قال الطحطاوی ص ۱۸۶ فی باب الاذکار اللھم انت السلام الخ لیس بدعاء بل ثناء۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اللھم انت السلام الخ دعا نہیں بلکہ ثناء ہے۔ مولانا عبد المتین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والعلماء الحنفیون اتفقوا علی استحباب الدعاء بعد صلوات الخمس فی الفجر والعصر عقیب الفرض وفی الاوقات الثلاثۃ بعد الفراغ من السنۃ۔[40]

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ فجر اور عصر میں فرض کے بعد اور باقی تین نمازوں میں سنت کے بعد دعا کرنا مستحب طریقہ ہے:

والقیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون۔[41]

فرض سے متصل سنت پڑھنا مسنون ہے یعنی اللھم انت السلام الخ سے زیادہ وقفہ نہیں کرنا چاہئے۔

بحر الرائق ص ۱۳۷ باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

عندنا السنۃ مقدمۃ علی الدعاء الذی ھو عقب الفراغ۔

ہمارے (احناف) کے نزدیک سنتوں کو اس دعا پر مقدم کرنا ہے جو نماز کے فارغ ہونے کے بعد مانگی جاتی ہے۔ قطب الارشاد ص ۲۵۲، شامی ص ۳۵۶ میں ہے۔ وہ نمازیں جن کے بعد سنتیں ہیں تو اس سے فراغت تب حاصل ہوتی ہے جب سنن ادا کی جائے کیونکہ ان اوقات میں سنن موکدہ اور

---

[40] (الرسائل الستۃ)

[41] (نور الایضاح) طحطاوی مراقی الفلاح ص ۱۸۶)

لازم ہیں اور فرض کے ساتھ ملحق ہیں اور فرض کے مکملات ہیں بالاتفاق جیسے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھاہے کہ آثار واخبار میں جو فرض کے بعد ادعیہ واذکار منقول ہیں تووہ اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ یہ فرض کے بعد متصل پڑھی جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سنتوں کے بعد پڑھی جائیں کیونکہ سنن فرض کیلئے مکمل ہیں اور اسی طرح ملحق وتابع ہیں اور یہ پہلے مذکور ہے کہ سنت فرض کے متصل پڑھی جائیں گی۔

فاسقنا (ذیل المدعا، ص ۱۸) اللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب!

والظاهر ان الدعاء ليس بين السنة والفرض لان الفصل بين السنة والفرض بما زادعلى اللهم انت السلام مكروه قال العلامة الشامي في ج ا، ص ۴۷۷ وكذالو فصل بقرأة الاوراد لان السنة الفصل بمقدار اللهم انت السلام حتى لو زادتقع سنته لا في محلها المسنون۔[42]

علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں:

فعلم من هذاان الدعاء بين الفرض والسنة مكروه (البصائر ص ۱۲۳)۔

علامہ ابوعبدالرزاق محمد فاضل عتیق صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر دعائیں جو آپ ﷺ سے منقول ہیں اذکار کی شکل میں ہے۔ لیکن فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے ہاتھ اٹھاکر اجتماعی دعا کرنا اس کا ثبوت نہ تو آپ ﷺ سے مروی ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ فقہ حنفی کی کسی معتمد کتاب میں اس کی مثال موجود ہے۔ اور پھر خاص کر اس پر دوام کرنا تو یہ بدعت ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اس کی بدعت ہونے کے بارے میں یوں فتویٰ دیا:

مسئلة: اذا دعا الامام والماموم عقيب صلوة الفرض جائز ام لا؟ الجواب: دعاء الامام والمأمومين جميعا عقيب الصلوة فهو بدعة لم يكن على عهد النبي صلى الله عليه وآله وسلم۔[43]

---

[42] (البصائر ص ۱۲۳ لمولانا حمد اللہ دیوبندی)

[43] (زادالمعاد ج ا، ص ۲٦، الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ج ا، ص ۲۱۹، طبع لبنان بیروت، مخزن الدلائل ص ۵۸)

عن مجاهد قال قال عمر رضی اللہ عنہ جلوس الامام بعد التسلیم بدعة۔[44]

فاما فی صلوة الظهر و المغرب و العشاء یکره له المکث قاعدا لانه مندوب الی التنفل بعد هذه الصلوة و السنن لجبر نقصان ما یمکن فی الفرائض فیشتغل بها و کراهیة القعود فی مکانه مروی عن علی و عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنهم۔[45]

قال قال العلامة ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی و ان کانت صلوة بعدها سنة یکره له المکث قاعدا و کراهية المکث مروية عن الصحابة روی عن ابی بکر و عمر و انهما کانا اذا فرغا من الصلوة قاما کانهما علی الرضف۔[46]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہ تھی کہ فرض کے بعد اللهم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹھنا اور سنت مؤخر کرنا مکروہ ہے امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قلت اریت الامام اذا فرغ من صلوٰة ان یقعد فی مکانه الذی یصلی فیه او یقوم قال اذا کانت صلوٰة الظهر او المغرب او العشاء فانی اکره له ان یقعد فی مقعده حین یسلم احب الی ان یقوم و اما الفجر و العصر ان شاء قام و ان شاء قعد۔[47]

عبد الرحمن (جزری) فرماتے ہیں:

الحنفية قالوا یکره تنزیها ان یفصل بین الصلوٰة و السنة الا بمقدار اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔[48]

---

[44] (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۱۵۹، مصنف ابن ابی شیبه ج ۱، ص ۳۰۲، مبسوط سرخسی ج ۱، ص ۱۳۸)
[45] (مبسوط سرخسی ج ۱، ص ۳۸، طبع کراتشی)
[46] (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۱۶۰)
[47] (کتاب الاصول المعروف بالمبسوط، ج ۱، ص ۱۷)
[48] (الفقه علی المذاهب الاربعة ج ۱، ص ۳۳۰)

صاحب کبیری فرماتے ہیں:

ویکرہ للمصلی ان یمکث فی مکانہ الذی صلی فیہ بعد ما سلم فی صلوٰۃ بعدھا سنۃ کالظھر والجمعۃ والمغرب والعشاء الا قدر ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام۔[49]

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ فرماتے ہیں:

ویکرہ الدعاء عند الختم بجماعۃ بعد الفریضۃ الاشتغال بالسنۃ اولی من الاشتغال بالدعاء۔[50]

علامہ عبد المتین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صاحب فتح القدیر نے قسطلانی ص۱۳۷ کے حوالے سے لکھاہے کہ:

واستنبط من مجموع الادلۃان الامام لہ احوال لان الصلوۃ اماان تکون ممایتنفل بعدھا او لا فان کان الاول ھل یشتغل قبل التنفل بالذکر الماثور ثم یتنفل وبذاک اخذ الاکثرون وعند الحنفیۃ یکرہ المکث قاعدا یشتغل بالدعاء والصلوٰۃ علی النبی ﷺ قبل ان یصلی السدالخ۔[51]

علامہ سبحان الدین کوکاروی فرماتے ہیں کہ بحر الرائق ج۲، ص۴۹ میں ہے:

القیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون وکان النبی ﷺ اذا سلم لم یمکث الا مقدار اللھم انت السلام الخ۔

اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

واما عندنا فلما ورد من اتصال السنن بالفرائض الخ۔[52]

---

[49] (کبیری شرح منیہ ص ۳۱۹)
[50] (خلاصۃ الفتاوی، ج ۱، ص ۱۰۵)
[51] (الرسائل الستہ ص ۶۸)
[52] (الکوکب الدری ج ۱، ص ۱۹۳)

مولوی زکریا لکھتے ہیں:

والسنة ماتؤدی متصلا بالمکتوبة۔[53]

صاحب کبیری لکھتے ہیں:

فان کان بعد المکتوبة تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اللھم انت السلام الخ ویکرہ تاخیر السنة عن حال اداء الفریضة باکثر من نحو ذالک المقدار لماروی مسلم عن عائشة (کبیری ص ۳۵۵) وقال صاحب الدر المختار ویکرہ تاخیر السنة الا مقدار اللھم انت السلام الخ قال صاحب رد المحتار فی ج ا، ص ۳۹۱ قوله اللھم انت السلام الخ لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ لا یقعد الا بمقدار مایقول اللھم انت السلام الخ۔[54]

مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ شائستہ گل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قال فی الاختیار کل صلوٰة بعدھا سنة یکرہ القعود بعدھا والدعاء بل یشتغل بالسنة کیلا یفصل بین السنة والفرض اھ۔[55]

مفتی محمد فرید دیوبندی لکھتے ہیں کہ صاحب خلاصۃ الفتاویٰ نے فرمایا:

بعد الفریضة الاشتغال بالسنة اولی من الاشتغال بالدعاء۔[56]

قسطلانی فرماتے ہیں:

وعند الحنفیة یکرہ له المکث قاعدا یشتغل بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء والتسبیح والصلوٰة۔[57]

---

[53] (الغابر ج ا، ص ۱۹۳)
[54] (نفائس مطلوبہ ص ۲۹)
[55] (ثم المراقی اذکار ص ۱۸۷ (اثبات الاغراض ص ۱۴۰)
[56] (خلاصۃ الفتاوی، ج ا، ص ۹۵)
[57] (ارشاد الساری شرح البخاری، ج ۲، ص ۱۴۴۔ مقالات ص ۲۳)

شیخ الحدیث علامہ غازی محمد الغازی الحنفی دیوبندی لکھتے ہیں فرض و سنت کے درمیان دعاء واذکار پڑھنا مکروہ ہے۔

اور احناف کے نزدیک دلیل حافظ ابن الہمام فرماتے ہیں:

ان المسنون عدم الفصل بین الفریضة و السنن الا قدر مایقول اللھم انت السلام کمافی حدیث عائشة عند مسلم و الترمذی و ھو الذی ذکرہ فی شرح الحاکم الشھید۔[58]

علامہ غازی آگے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس مسئلے پر مزید تحقیق کرنا چاہتا ہے تو مندرجہ ذیل کتب مطالعہ کرے۔[59]

علامہ غازی آگے لکھتے ہیں:

و کذا ذکر فی عقائد النسفیة و المختار عند الحنفیة ان یشتغل بعد اداء المکتوبة بالسنة ویکرہ ان یشتغل بالدعاء و التسبیح۔[60]

مذکورہ کتاب کے حاشیہ پر علامہ عبد الہادی حقانی دیوبندی لکھتے ہیں:

وعند الحنفیة یکرہ المکث قاعدا ان یشتغل بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء و التسبیح و الصلوة۔[61]

علامہ الزمان فرید عصر الحاج شائستہ گل علیہ الرحمہ نے مذکورہ مسئلے پر دو مستقل رسالے تصنیف فرمائے جن میں سے پہلا: **کراھة الدعاء بین الفرض و السنة۔** اور دوسرا رسالہ بنام "**توضیح المرام فی کراھة الدعاء بعد السلام**" ہے، جن میں علامہ موصوف نے مسئلہ مذکورہ پر دلائل

---

[58] (فتح القدیر، ج ا، ص ۳۱۳)

[59] (طحطاوی ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، شرح الکبیر ص ۳۴۲، لمعات ج۳، ص ۴۰۹، ھکذا فی الفتاوی الھندیة و الدر المختار مراقی الفلاح ص ۱۷۱، حاشیة الغرغشتوی ج ا، ص ۹۴، نور الایضاح، الاشباہ و النظائر ص ۸۴، خلاصة الفتاوی ج ا، ص ۹۵، منھاج السنن ج ۲، ص ۱۲۲، ردالمحتار ج ا، ص ۴۹۴، بحر الرائق ج ا، ص ۳۰۳)

[60] (معارف السنن، جامع الکمالات، مقالات غازی ص ۱۸، ۱۷)

[61] (ارشاد الساری ج ۲، ص ۱۴۴۔ کمالات الحقانی علی مقالات الغازی ص ۱۷)

ظاہرہ باہرہ نقل فرمائے ہیں۔ علامہ عبد الجلیل صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: **وقال فی الطحطاوی کل الصلوٰۃ بعدھا سنۃ یکرہ القعود بعدھا والدعاء (تنبیہ الاخوان ص ۴)** حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنتوں میں فرض کے بعد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ مگر **اللھم انت السلام الخ** کی مقدار تک یعنی اس مقدار بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔[62]

اسی طرح علامہ موصوف فرماتے ہیں:

وفی شرح صدر الشھید ان القیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون وفی تاتارخانی الاشتغال بالسنۃ بعد اداء الفرائض اولی من الاشتغال بالورد وان اخذ بالدعاء یکرہ۔[63]

اسی طرح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اذا سلم الامام من الظھر او المغرب او العشاء کرھت لہ المکث قاعدا لکنہ یقوم الی التطوع۔[64]

علامہ حمد اللہ صاحب دیوبندی کے دار العلوم مظہر العلوم سے شائع شدہ کتاب "**السیف المبیر علی اتباع ملا فنجفیر**" میں ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے۔

دلیل والمختار عند الحنفیۃ ان یشتغل بعد اداء المکتوبۃ بالسنۃ ویکرہ ان یشتغل بالدعاء والتسبیح الخ۔[65]

---

[62] (اعلام المؤمنین ص ۳۴)

[63] (شرح الیاس ص ۱۶۹، وایضا فی فتح القدیر ص ۶۱۴ وحموی ص ۱۲۹، الجوھرۃ النیرۃ ص ۷۲، قسطلانی ج ۲، ص ۱۳۶، عینی البخاری ج ۳، ص ۱۸۹، کشف الغمہ ص ۹۰، عقائد سنیہ ص ۳۸، تنویر الایمان ص ۱۹۹)

[64] (فتح القدیر ج ۲، ص ۳۱۴، تنویر الایمان ص ۱۷۹)

[65] (عقائد سنیہ بحث الدعاء ص ۳۷ نقلا عن فتح الباری والقسطلانی ج ۲، ص ۲۳۶؛ السیف المبیر ص ۷۰)

علامہ ظاہر شاہ قادری فرماتے ہیں سنن وفرائض کے درمیان دعا کرنا اس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

وکذالو فصل بقرأۃ الاوراد لان السنۃ الفصل بمقدار اللھم انت السلام حتی لو زاد تقع سنۃ لا فی محلھا المسنون۔[66]

عمدۃ القاری میں ہے:

والنص ان التاخیر مکروہ ج۳، ص ۱۲۲۔

فتاوی برھنہ میں ہے:

وبعد از سلام فرض زود برخیزد ودرنگ نکند مگر بقدر اللھم انت السلام الخ زیادہ ازین کراھت ست وبدعت۔

فتاوی ھندیہ میں ہے:

وفی الحجۃ الامام اذا فرغ من الظھر والمغرب والعشاء یشرع فی السنۃ ولا یشغل بادعیۃ طویلۃ کذا فی التاتار خانیہ (ھندیہ ج ۱، ص۷۷) لان الاوراد تکون بعد السنۃ لانھا بین الفرض والسنۃ مکروہ۔[67]

علامہ ظاہر شاہ نے اپنی کتاب کے آخر میں مختلف (چند) فتاویٰ ذکر کئے ہیں۔ مفتی فضل سبحان قادری نے فتوی دے کر فرمایا نیز امام ابن ہمام وبقالی ودیگر علماء کرام حنفیہ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ

---

[66] (شامی ج ۱، ص ۱۷۰)

[67] (اطفاء الفتن ص۷)۔(دعا بعد السنن والنوافل ص ۱۴، ۱۳)

جن فرائض کے بعد سنن رواتب ہو اور ان فرائض کے بعد صرف **اللھم انت السلام الخ فصل بین الفرائض و السنن** کرنا چاہئے اور اس تقریبی اندازہ سے زیادہ فصل خلاف اولیٰ ہے۔[68]

حضرت علامہ مفتی ابو عیسیٰ محمد جمال الدین حلیمی صاحب نے فتوی دیتے ہوئے فرمایا: نماز فرض سنت کے درمیان تو دعا نہیں بلکہ ایک ثناء ہے **اللھم انت السلام الخ** اس سے زیادہ دعا اوراد مکروہ ہیں۔[69]

مفتی حاجی محمد انور قادری فرماتے ہیں فرض کے بعد سوائے **اللھم انت السلام الخ** کے تاخیر کرنا ساتھ اوراد ودعاؤں کے مکروہ ہے۔ چونکہ سنت بعد الفرض تکمیل نماز ہے اس لئے فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے سوائے **اللھم انت السلام** کے۔ فرض نماز جس کے بعد سنت ادا کرنا ہو تو فرض اور سنتوں کے درمیان بیٹھنا یا اوراد دعائیں کرنا یا ذکر میں مشغول ہونا سب مکروہ ہے۔ شامی، مراقی الفلاح، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ فرائض اور سنن کے درمیان تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (**فتوی مکتبہ اسلامیہ دار العلوم ربانیہ شیدو**)

علامہ مفتی غریب اللہ صاحب فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال صاحب خلاصۃ الفتاوی بعد الفریضۃ الاشتغال بالسنۃ اولی من الاشتغال بالدعاء ج ۱، ص ۹۵۔ وفی الاشباہ والنظائر والاشتغال بالسنۃ عقب الفرض افضل من الدعاء ص ۱۲۷۔

---

68 (فتوی دار العلوم قادریہ، مردان ۱۳جنوری، ۱۹۸۱ء)

69 (شامی ج ۱، ص ۴۷۷، مراقی ص ۱۷۰، فتاوی برھنہ وغیرہ) (فتوی مرکزی دار العلوم جامعہ چشتیہ کرانی شریف کوئٹہ بلوچستان)

(فتوی مدرسہ مجددیہ مانکی تحصیل صوابی) علامہ مفتی عبد السبحان قادری فرماتے ہیں:

عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذی هو عقب الفراغ اھ۔[70]

قوله لیس بدعاء الخ۔

یعنی فرض کے بعد جو اللهم انت السلام الخ پڑھا جاتا ہے یہ دعا نہیں بلکہ ثناء ہے۔

علامہ مفتی اعظم صوبہ سرحد مولانا شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معتبر علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ:

اللهم انت السلام الخ لیس بدعاء بل ثناء وقوله حَیِّنَا الخ لا اصل له بل مختلق بعض الناس۔[71]

اسی وجہ سے مسلم و ترمذی و مشکوٰۃ وغیرھا نے اس حدیث کو باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں نقل کئے ہیں۔ لہٰذا اللهم انت السلام کے پڑھنے کے ساتھ دعا بمعنی سوال کا طرز عمل (ہاتھ اٹھانا) غلط حرکت ہے اور حدیث مذکور میں دعا بمعنی سوال نہیں ہے۔[72]

علامہ حمد اللہ صاحب دیوبندی فرماتے ہیں:

قال الفقهاء ان اللهم انت السلام کما هو وارد فی الاحادیث لیس بدعاء بل ذکر کما قال العلامة الطحطاوی فی شرح المراقی ص ۱۷۱ قوله والدعاء هذا لا ینافی الاتیان باللهم انت السلام اھ لانه لیس بالدعاء بل ثناء۔

آگے فرماتے ہیں:

فعلم من هذا الکلام ان انت السلام کما هو الماثور فی الروایات لیس بدعاء۔[73]

---

[70] (بحر الرائق صفة الصلوۃ ج ۱، ص ۲۲۱۔ (فتوی دار العلوم قادریہ سبحانیہ، کراچی) (دعا بعد السنن والنوافل ظاہر شاہ میاں قادری)

[71] (القصاص) شرح المشکوٰۃ ثم طحطاوی ص ۱۸۶، شرح القاری لمسند الامام اعظم ص ۲۰۶، واشعة اللمعات باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۴۴۸ وفتح القدیر نوافل ج ۱، ص ۱۸۶ وغیرها)

[72] (کراهة الدعاء بین الفرض والسنة ص ۶)

[73] (البصائر ص ۱۲۲)

علامہ محمد فاضل عتیق فرماتے ہیں کہ آج کل جو حضرات فرض نماز کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر **اللھم انت السلام الخ** پڑھتے ہیں اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں: **ان ھم الا یخرصون۔** کیونکہ مذکورہ کلمات دعا نہیں: **کقولہ لانہ لیس بدعاء بل ثناء، طحطاوی ص ۱۷۱۔**

انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ان ادعیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اخذت مأخذ الاذکار و لیس فی الاذکار رفع الایدی۔[74]

مولوی یوسف بنوری لکھتے ہیں:

ھو فی تعلیقاتہ علی الآثار و اکثر ما جاءت الادعیۃ بعد المکتوبۃ فھی علی شان الاذکار لا سوالات الحاجات۔[75]

خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہما فرماتے ہیں:

نماز کے بعد جو اذکار طویلہ احادیث میں وارد ہیں وہ ظہر و مغرب وعشاء میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں قبل سنت مختصر دعا پر قناعت چاہیئے ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔[76]

تنبیہ احادیث میں کسی دعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کریں کہ جو فضائل ان اذکار کیلئے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں اس میں کم وزیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی قفل (تالا) کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر کنجی میں دندانے کم یا زیادہ کر دیں تو اس سے نہ کھلے۔[77]

[74](فیض الباری ج ۲، ص ۴۳۱)

[75](معارف السنن ج ۳، ص ۱۲۴)۔(مخزن الدلائل ص ۸۵، ۸۴)

[76](ردالمحتار، بہارِ شریعت ص ۷۵، حصہ سوم)

[77](بہارِ شریعت ص ۷۵، حصہ سوم)

مذکورہ تنبیہ سے صاف ظاہر ہوا کہ جو اوراد و وظائف جیسے اور جتنی تعداد میں منقول ہیں اسی طرح ادا کیا جائے تو فرض نماز جس کے بعد سنن ہو اس کے بعد جتنی قدر ثناء منقول ہے وہی پڑھنا چاہئے کما مر۔اسی طرح فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھاہے کہ جن فرائض کے بعد سنت ہیں ان کے بعد لمبی دعا کرنا مکروہ ہے۔[78]

حضرت علامہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ مفتی دار العلوم امجدیہ وقار الفتاویٰ میں فرماتے ہیں جن فرضوں کے بعد سنت موکدہ ہیں ان کے بعد صرف **اللھم انت السلام تا یا ذا الجلال و الاکرام** یا اس کے برابر کوئی اور دعا مانگے اس سے زیادہ لمبی دعا نہیں کرنی چاہئے۔ اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد جتنی چاہے لمبی دعا مانگیں مگر اتنا طول نہ دیں کہ نمازیوں پر شاق گزرے۔[79]

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد مختصر دعا کرنی چاہئے۔ لہٰذا جو حضرات مفتی وقار الدین قدس سرہ کے معتقدین ہیں، انہیں چاہئے کہ طویل دعا کرنا چھوڑ دیں اور مختصر دعا مانگیں۔**اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔**

(العطایا السیفیۃ فی فتاویٰ النقشبندیۃ، حصہ اول)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی الشاہ الترمذی الحنفی السیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

[78] (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

[79] (وقار الفتاویٰ، ص ۱۲۲، ج۲)